رسول کریم ﷺ احمد کی وجہ سے محمد کہلائے

مقام محمود کی لطیف تشریح، لیلۃ القدر اور تہجد کی اہمیت

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ / مارچ ۱۹۹۳ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں:۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۸۰﴾ (بنی اسرائیل: ۷۹)

فرمایا:۔

قرآن کریم کی جن آیات کی میں نے تلاوت کی ہے ان کا اطلاق خصوصیت کے ساتھ رمضان کے اُس حصے سے ہے اور ہوتا ہے جس میں ہم داخل ہونے والے ہیں یعنی آخری عشرہ۔ ویسے تو ان آیات کا اطلاق سارے رمضان المبارک سے ہے اور ہوتا ہے بلکہ مومن کے ہر دن اور ہر رات پر ان آیات کا اطلاق ہوتا ہے اور مومن کی زندگی میں یہ آیات ایک غیر معمولی اہمیت رکھتی ہیں مگر جب میں کہتا ہوں خصوصیت سے آخری عشرے پر، تو جیسا کہ میں بات کو کھولوں گا آپ کا دل مطمئن ہوگا کہ واقعۃً آخری عشرے کے ساتھ تو ان آیات کا اتنا گہرا تعلق ہے کہ کسی اور عرصے کا اس قدر گہرا تعلق ان آیات سے نہیں ہوسکتا۔ ان آیات میں جو مرکزی نوعیت کی آیت ہے یا مرکزی مضمون بیان ہوا وہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے مقامِ محمود پر فائز کئے جانے کا وعدہ ہے۔ یہ مقام

محمود کیا ہے اور کیا یہ وعدہ پورا ہوا یا ہونا باقی ہے؟ اور اس کی کیا نوعیت ہے، کس طرح وعدہ پورا ہوگا؟ یہ بہت ہی تفصیلی اور گہرا مضمون ہے۔ اس کے متعلق پہلے میں بارہا ذکر کر چکا ہوں لیکن یہ مضمون ابھی بھی تشنہ ہے۔ مختصراً میں اس وقت صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان آیات کریمہ میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ تو راتوں کو اٹھ کر تہجد ادا کیا کر۔ یہ تیری طرف سے نوافل ہوں گے اور قریب ہے کہ خدا تعالیٰ تجھے اُس مقام محمود پر فائز فرما دے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔ مقامِ محمود سے مراد ہے حمد کا مقام اور حمد کا گہرا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔ پس مقامِ محمود ایک ایسے مقام کا نام ہے جو محمد مصطفی ﷺ کی حمد کو اللہ تعالیٰ کی حمد کی صف میں اس طرح مدغم کر دے کہ ایک پہلو سے دیکھیں تو محمد مصطفی ﷺ دکھائی دیں اور دوسرے پہلو سے دیکھیں تو خدا دکھائی دے یعنی حمد ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اس طرح یک جان ہو جائیں کہ ایک کو دوسرے سے الگ نہ کیا جا سکے۔ 'من تو شدم تو من شدی' والا مضمون ہے کہ میں تو ہو جاؤں اور تو میں ہو جائے اور جب حمد اس درجہ ترقی کر جاتی ہے کہ حمد کرنے والا اپنے وجود کو کلیۃً کھو دیتا ہے اور اُس کا وجود اپنی حمد سے خالی ہو جاتا ہے۔ تبھی یہ مقام نصیب ہو سکتا ہے اُس کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

پس اس پہلو سے اگر دیکھیں تو یہ مقام تو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو پہلے سے نصیب ہو چکا ہے اور آپؐ کا نام احمد رکھا ہی اس غرض سے گیا اور سورۂ فاتحہ میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الفاتحہ: ۲) میں بھی یہ مضمون بیان ہوا جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اَلْحَمْدُ دو طرح سے پڑھا جاتا ہے ایک فاعلی حالت میں اور مفعولی حالت میں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کا ایک مطلب یہ ہے کہ کامل حمد اللہ ہی کے لئے ہے اور کسی پر سجتی نہیں۔ جتنا مرضی تم زور لگا ڈالو حمد کا مضمون خدا کے سوا کسی اور ذات پر صادق ہی نہیں آ سکتا۔ ایک یہ معنی بھی ہے اور دوسرا یہ کہ خدا کے سوا کوئی حمد کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتا۔ حمد وہ جو خدا کرے ورنہ بندے کی حمد کی کیا قیمت ہے اور کیا حیثیت اور کیا حقیقت ہے؟ نہ وہ حقیقت میں عالم الغیب ہے اور نہ عالم الشہادہ ہے۔ دھوکے کی دنیا میں رہتا ہے، خود کو دھوکے دے رہا ہے۔ لوگوں کے دھوکوں اور فریبوں کا شکار رہتا ہے اس لئے کسی کی حمد کسی انسان کے لئے کچھ بھی معنی نہیں رکھتی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہاں حمد ہو تو خدا کی حمد ہو جس کی خدا حمد کرے۔

پس حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کی حمد وہ حمد ہے جس کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں ذکر ہے یعنی وہ کامل حمد، وہ کامل شعور کے ساتھ، کامل عرفان کے ساتھ کی جاتی ہے جس میں حمد کرنے والا حمد کے ان تجارب سے گزرتا ہے جن تجارب کے نتیجے میں اُس کا لمحہ لمحہ اللہ کی حمد بن جاتا ہے۔ وہ گواہی دیتا ہے اُس حمد کی اور عظیم حمد کے مقام پر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کو فائز فرمایا گیا اور اس اعلیٰ مقام میں آپؐ نے ہر دوسرے کو حمد سے خالی کر دیا یہاں تک کہ اپنے وجود کو بھی، پس یہ مقام انکساری کا بھی انتہائی مقام ہے۔ ایک محمد مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں جنہوں نے حمد باری تعالیٰ کے وقت اپنے وجود کو حمد سے خالی کیا ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے آپ روزمرہ کے اپنے تجربے میں اگر اپنی حمد کا تجزیہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کی حمد کے ساتھ ساتھ، جو خدا کی حمد کے گیت گاتے ہیں، آپ کی اپنی حمد کی بھی ایک لَے ساتھ شامل رہتی ہے اور جب بھی یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا کہ یہ کام یوں ہو گیا، ساتھ اپنی کسی چالاکی کا بھی تذکرہ چل رہا ہوتا ہے کہ مجھے توفیق ملی، میں نے یہ کام کر دیا۔ مراد یہ ہے کہ میں اتنا ہوشیار ہوں اور احتیاطاً خوف کے مارے، اللہ کی حمد کے گیت گاتا ہے کہ خدا ناراض نہ ہو جائے کہ تم نے سارا سہرا اپنے سر ہی باندھ لیا اور کہتے ہیں کہ اے اللہ تیری وجہ سے ہوا ہے لیکن دل میں جانتا ہے اور اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھتا ہے یعنی غلط سمجھتا ہے مگر سمجھتا ہے کہ میں نے یہ ہوشیاری کی، میں نے یہ کام کیا، میں نے بروقت فلاں کارروائی کی۔ اس کے نتیجے میں یہ کام ہوا ہے مگر اللہ تعالیٰ بہرحال آخری قدرت رکھنے والا ہے اس کی حمد کے گیت گانا ضروری ہے۔ یہ مضمون اس طرح کھلا کھلا بہت سے لوگوں پر صادق آتا ہے لیکن جو حمد میں ترقی کرتے ہیں اُن کے ہاں اس مضمون کو پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ نفس کی حمد کی آواز نسبتاً کمزور ہوتی چلی جاتی ہے اوسطاً نیچے اترتے ہوئے ڈوبتی چلی جاتی ہے لیکن کچھ نہ کچھ ضرور حمد اس کی باقی رہتی ہے۔ میں نے بسا اوقات اپنی دعاؤں میں یہ تجزیہ کر کے دیکھا ہے اور اس خوف سے لرز اٹھا کہ اپنی طرف سے جب میں نے اپنے آپ کو حمد سے خالی کر کے دعا کی۔ تب بھی کوئی نہ کوئی رخنہ مجھے کہیں نہ کہیں دکھائی دیا کہ جسے صاف اور پاک کرنا ضروری تھا۔

پس جو کوشش ایک عام انسان بڑی محنت اور توجہ سے کرتا ہے اور خبرداری کے ساتھ کرتا ہے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات میں یہ ایک طبعی ایک سیل رواں کی طرح جاری چیز تھی آپؐ کا

دل کبھی بھی اپنے حمد کے خیال سے نہیں بھرا ہمیشہ سے اپنے آپ کو خالی سمجھا۔ وہ جو سب سے زیادہ حمد کے لائق انسان تھا اُس نے سب سے زیادہ اپنے آپ کو ذاتی طور پر حمد سے خالی سمجھا اور یہ عرفان کے نتیجے میں ہوا، یہ کسی مصنوعی انکسار کے نتیجے میں نہیں ہوا۔ عرفان کے نتیجے میں واقعۃً انسان حمد سے خالی ہو جاتا ہے، عرفان کے نتیجے میں اپنی ہر چیز بے معنی اور بے حقیقت دکھائی دینے لگتی ہے۔ صرف ایک اللہ کی ذات باقی رہ جاتی ہے باقی سب کچھ مٹ جاتا ہے۔ اس مقام کا نام وہ حمد ہے جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سورۂ فاتحہ کے تذکرے میں ذکر فرمایا۔ اَلْحَمْدُ فاعلی حالت ہے اُس نے ساری حمد سمیٹ کر، ہر قسم کی حمد کلیۃً ہر دوسرے وجود سے خالی کر کے، خود اپنے وجود سے خالی کر کے اللہ کے حضور پیش کر دی جب یہ ہوتا ہے تو حمد کا دوسرا مضمون لازماً جاری ہوتا ہے۔ پھر حمد آسمان سے اترتی ہے اُس ذات کے لئے اترتی ہے جس کا نام محمدؐ رکھا گیا ہے۔ جسے مقامِ محمود کا وعدہ دیا گیا ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ جو مقام محمود ہے یہ محمدؐ کے باوجود آئندہ کے بارے میں مذکور ہے یہ عجیب بات ہے اور یہ مسئلہ سمجھنے والا ہے اور محمدؐ تو آپ اُسی وقت ہو گئے جب آپ احمدؐ بنے، جب خدا کے لئے کامل حمد پیش کی تو یہ نہیں ہوسکتا کہ وقفے کے توقف کے بغیر خدا کی طرف سے آپؐ پر حمد نہ اترتی اور وہ حمد اتری تو آپ محمدؐ بنے اس کے بغیر تو آپ محمدؐ بن ہی نہیں سکتے۔ پھر یہ مقام محمود کیا چیز ہے؟ درحقیقت یعنی اور بہت سے مضامین ہیں ایک پہلو کی طرف میں آج آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔

مقامِ محمود کسی ایک ٹھہرے ہوئے مقام کا نام نہیں ہے بلکہ ایک جاری، ہمیشہ ترقی پذیر مقام کا نام ہے اور ایسا وعدہ نہیں کہ کسی ایک وقت جا کر پورا ہو جائے اور وہیں ختم ہو جائے۔ ایک وعدہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی زندگی میں لازماً پورا ہوا ہے۔ آپؐ نے اُس مقام محمود کو پایا ہے تو جان دی ہے۔ اُس کے بغیر آپؐ اس دنیا سے رخصت نہیں ہوئے عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا میں ایک قریب کے مقام کا وعدہ ہے اور اسے دور تک کے لئے ٹالا نہیں جاسکتا۔ اس کے باوجود اذان دینے کے بعد حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے جو دعا ہمیں سکھائی کہ تم یہ دعا کیا کرو۔ اُس کے آخر پر یہ بھی ہے وابعثه مقاماً محمودا۔ کہ اے اللہ ہمارے پیارے وسیلے محمد مصطفی ﷺ کو مقام محمود عطا فرما۔ اگر وہ عطا ہو چکا ہے تو پھر عطا فرمانے کا کیا مطلب؟

پس ایک اور آیت کریمہ اس مضمون کو کھولتی ہے وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی

(الضحیٰ: ۵) آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تیرا ہر آنے والا لمحہ ہر گزرے لمحے سے بہتر ہے تو کبھی ایک مقام پر ٹھہرنے والا وجود نہیں ہے۔ تیرے وصال کے بعد بھی تیری ترقیات اسی طرح جاری وساری رہیں گی۔ تجھ میں حمد کا مضمون بڑھتا رہے گا اور ہمیشہ تیری حمد کے گیت پہلے سے بڑھ کر گائے جائیں گے۔

پس ایک معنی تو فی ذاتہٖ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے بڑھتے ہوئے مقام کا معنی ہے جو مقام محمود ہے جو ایک دفعہ وعدہ پورا ہوتے ہی اگلے لمحے پھر نیا وعدہ پورا کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور ایک لمحے میں ایک مقام محمود نصیب ہوتا ہے تو اگلا مقام محمود آگے کھڑا اور توجہ اُس کی طرف بڑھتی ہے پھر اُس سے آگے اور پھر اُس سے آگے۔ تبھی ہمیں یہ دعا سکھائی کہ جب تم اذان کی آواز سنا کرو جس سے تمہیں فلاح و بہبود کی طرف بلایا جاتا ہے تو یاد رکھو اس فلاح و بہبود کا وسیلہ محمد رسول اللہ ﷺ بنے ہیں اور چونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ جاری احسان ہے تم پر۔ تم یہ جاری دعا کیا کرو کہ اے خدا ان کو وہ مقام محمود عطا فرما جس کی لامتناہی منازل آگے مستقبل میں سامنے کھڑی ہیں پس مقام محمود ایک جاری وساری حمد کا مضمون ہے جو کبھی ختم نہیں ہوسکتا اور اس حمد میں اللہ کی حمد کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی حمد کا مضمون مدغم کر دیا گیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے جو خدا کی حمد کے گیت گائے وہی گیت آسمان سے بازگشت کے طور پر محمدؐ کی حمد کی صورت میں نازل ہوئے اور جوں جوں خدا کی حمد دنیا میں ترقی کرتی چلی جائے گی حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی حمد کا مضمون بھی کامل سے کامل تر ہوتا چلا جائے گا۔ ایک چھوٹا سا نظارہ ہم نے آج اس دور میں داخل ہوتے ہوئے بھی دیکھا ہے جس کا تعلق ڈش انٹینا کے ذریعے تمام دنیا میں خطبات اور اُس سے پہلے اذان کے پہنچنے کے سامان پیدا ہوئے ہیں اب آپ دیکھیں جو اذان ابھی دی گئی تھی وہ برقیاتی لہروں کی صورت میں تمام جو پر پھیل چکی ہے اور ابھی تک ارتعاش فضا میں باقی ہوگا کوئی دنیا کا گوشہ ایسا نہیں جس کی فضا میں اس اذان کی برقی لہریں مرتعش نہ ہوئی ہوں اور ہر جگہ تو اُس اذان کے بعد وہ دعا کرنے والے موجود نہیں تھے لیکن حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ اذان کے جواب میں فرشتے لبیک کہا کرتے ہیں چنانچہ ایک موقع پر فرمایا کہ اگر تمہارے پاس باجماعت نماز کے لئے کوئی ساتھی نہ ہو اور تم جنگل میں ہو تو اذان دو اگر کوئی شخص سنے

گا تو آواز پر لبیک کہتے ہوئے تمہارے ساتھ شامل ہو جائے گا اگر نہ سنے گا یعنی کوئی آدمی ہو گا نہیں تو خدا آسمان سے فرشتے اتارے گا وہ اس اذان کے جواب میں تمہاری نماز کے ساتھ شامل ہو کر تمہاری نماز کو باجماعت کر دیں گے تو اذان پر فرشتوں کے لبیک کہنے کا مضمون کوئی فرضی جذباتی مضمون نہیں بلکہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی واضح خبر ہے جو جھوٹی ہو نہیں سکتی۔ پس میں سمجھتا ہوں کہ اس اذان کے جواب میں ساری کائنات میں فضا فرشتوں کی حمد سے مرتعش ہوتی ہے جو خدا کے حضور گیت گاتے ہیں اور حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے لئے دعا کرتے ہیں **وابعثہ مقاما محمودا۔ وابعثہ مقاما محمودا** ۔ پس ہم ایسے دور میں داخل ہوئے ہیں جہاں مقام محمود کی دعا ایک عالمی دعا بن کر سارے عالم کی فضا کو مرتعش کر رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ شعر یاد آ جاتا ہے۔

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام

مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے (درثمین: صفحہ ۱۷)

پس اے جماعت احمدیہ! تمہیں مبارک ہو جب تم مقام محمود کی دعائیں کرتے ہو اپنے آقا و مولا اور محسن اعظم حضرت محمد مصطفی ﷺ کے لئے تو یاد رکھو آسمان کے فرشتے بھی تمہارے ساتھ مل کر حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے لئے وابعثہ مقاما محمودا. وابعثہ مقاماً محمودا کی آوازیں بلند کرتے ہیں اور سارا جگ ساری زمین و آسمان کی فضا اس دعا سے مرتعش ہو جاتی ہے۔

پس مقام محمود کا ایک اور مضمون ہمیں اس دور میں داخل ہو کر سمجھ آیا کہ بڑھتا، جاری رہنے والا ایک مقام ہے جو کبھی کسی جگہ ٹھہرے گا نہیں اور یہ سلسلے جب عام ہوں گے جب زیادہ سے زیادہ بنی نوع انسان آنحضور ﷺ پر درود بھیجیں گے اور دنیا کے کونے کونے میں اذانیں دی جائیں گی اور ہر وقت سننے والے ایسے تربیت یافتہ ہوں گے کہ دل کی گہرائی سے آنحضور ﷺ پر سلام اور درود بھیجیں گے اور **وابعثہ مقاماً محمودا** کی دعائیں کریں گے تو یہ مضمون اور زیادہ وسعت پذیر ہوتا چلا جائے گا۔

اس مضمون کا ایک گہرا تعلق عبادت سے ہے اور ماہ رمضان اور اس کی آخری راتوں کی عبادت سے ہے یہ وہ عشرہ ہے جس میں اس کثرت کے ساتھ اتنے گہرے خلوص اور انہاک کے ساتھ راتوں کی عبادت کی جاتی ہے کہ ایسی عبادت کا نظارہ دنیا میں کسی اور مہینے میں کہیں دکھائی نہیں دے سکتا۔ تمام عالم میں مسلمان جب اس آخری عشرے میں داخل ہوتے ہیں تو وہ جن کو پہلے عبادت

سے کوئی شغف نہیں بھی ہوتا وہ بھی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، اُن کی راتیں بھی جاگ جاتی ہیں۔ایک محاورہ جو اردو میں عام ہے رات بھیگ گئی۔ میں ہمیشہ رمضان کے آخری عشرے میں داخل ہوتے وقت جماعت کو یاد کروایا کرتا ہوں۔اس عام محاورے کا معنیٰ تو یہ ہے کہ رات کا وہ حصہ آ گیا جس میں شبنم پڑنے لگتی ہے یعنی رات گہری ہوگئی اپنے دوسرے دور میں داخل ہوگئی اور شبنم کے ذریعے راتیں بھیگتی ہیں لیکن جماعت احمدیہ کو یاد رکھنا چاہئے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں تمام عالم میں مسلمانوں کے آنسوؤں سے یہ راتیں بھیگتی ہیں۔ یہ باہر کی شبنم نہیں ہے یہ دل کے اندر سے پیدا ہونے والی شبنم ہے، یہ وہ بخارات ہیں جو آنکھوں سے آنسو بن کر برستے ہیں جو مومن کی راتوں کو بھگو دیتے ہیں۔پس اس عشرے کا حق ادا کریں اور اپنی راتوں کو بھگوئیں اور چونکہ تہجد کی دعا کا، آنحضرت ﷺ کی نماز کا، حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام محمود سے گہرا تعلق ہے۔اس لئے خصوصیت سے ان راتوں میں **وابعثه مقاما محمودا** کی دعا کیا کریں اور اس کے لئے بھی حمد کے ساتھ درود شریف کثرت سے سوچ کر اور غور وفکر کے ساتھ ادا کریں۔

آنحضرت ﷺ جب اس عشرے میں داخل ہوا کرتے تھے تو آپؐ کی جو کیفیت ہوتی تھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں۔کہتی ہیں جب آخری عشرہ آتا تو حضور ﷺ اپنا تہبند مضبوط باندھ لیتے یعنی کمر کس لیتے، جس کو ہم کہتے ہیں۔راتوں کو خود بھی جاگتے گھر والوں کو بھی جگاتے۔(مسلم کتاب الاعتکاف حدیث نمبر:۲۰۰۸) پس وہ لوگ جو عبادتیں کرنے کے عادی ہیں اُنہیں خصوصیت سے اس آخری عشرے میں اپنے اہل وعیال کو جگانا چاہئے۔یہ سنت نبوی ہے۔یہ حضرت اسماعیلؑ کی بھی، خصوصیت کے ساتھ سنت تھی کہ آخر وقت تک تھکے نہیں ہمیشہ اپنے بچوں کو نماز کی تلقین کیا کرتے اور نمازوں کے لئے جگایا کرتے۔ پس آپ کو بھی آج کل خصوصیت سے اپنے سارے گھر کو بیدار کرنا چاہئے تہجد کے وقت کوئی بھی خاندان میں ایسا نہ ہو جو دعا میں شامل نہ ہو۔

مجھے یاد ہے قادیان کے زمانے میں چھوٹے بچوں کو بھی جگا لیا جاتا تھا اور اُن سے بھی کہا جاتا تھا کہ تم کچھ نہ کچھ دعا کرو اور اس مبارک وقت کی سعادتوں میں شامل ہو جاؤ۔بعض دفعہ اُن کو تحریص کی خاطر اُن کی مرضی کی کوئی اچھی سی چیز بنا کے رکھ لی جاتی تھی۔اُس کھانے کی خاطر اٹھتے تھے اور ساتھ ہی اللہ کے فضل سے تہجد کا بھی کچھ مزا اُن کو آ جاتا تھا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اس قادیان کی

مبارک سنت کو جو دراصل سنت انبیاءؑ ہے، جو دراصل حضرت محمد مصطفی ﷺ کی زندہ سنت ہے، اُسے جماعت اپنے گھروں میں جاری کرے گی اور اس سے استفادہ کرے گی۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ایمان اور یقین کے ساتھ روزے رکھے اُس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جو شب قدر میں ایمان اور یقین کے ساتھ قیام کرے تو اُس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری کتاب الصوم حدیث نمبر:۳۴)

یہ وہ عشرہ ہے جس میں لیلۃ القدر بھی آنے والی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا۔ اے رسول اللہ ﷺ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو میں اس میں کیا دعا مانگوں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا تو یوں دعا کرنا اے میرے خدا تو بخشنے والا ہے بخشش کو پسند کرتا ہے۔ مجھے بخش دے اور میرے گناہ معاف کر دے۔ یہ بہت ہی اہم اور بنیادی دعا ہے اور خصوصیت سے میں نے آج کے خطبے کے لئے اس لئے چنی ہے لوگ اس دعا کو بھول کر فضلوں کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اے خدا میرے قرضے اتار، اے خدا مجھے دولت عطا کر، مجھے فلاں کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب کر، خوشحالی بخش، صحت عطا کر، میرے عزیزوں اور پیاروں کی طرف سے خوشیاں دکھا وغیرہ وغیرہ اور بھول جاتے ہیں کہ کوئی عمارت بنیاد کے بغیر تعمیر ہو نہیں سکتی اور تمام فضلوں کی جڑ بخشش میں ہے۔ تمام ترقی کی بلند منازل بخشش کی بنیاد پر کھڑی کی جاتی ہیں۔ اگر ایک انسان اپنے گناہوں سے غافل ہو اور یہ خیال کرے کہ کوئی فرق نہیں پڑتا، ہو گیا جو ہو گیا اور فضلوں کی باتیں کرتا ہو وہ جاہل ہے اُس کو پتا نہیں کہ اُس کی دعا بخشش کے بغیر قبول ہو ہی نہیں سکتی۔ صاف سطح ہو گی تو اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہوں گے۔ پہلے کپڑے کو دھویا جاتا ہے پھر رنگ چڑھائے جاتے ہیں گندے کپڑے پر تو کوئی رنگ نہیں چڑھتا۔ پس بخشش کی دعا سب سے اہم دعا ہے۔ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ القدر میں جو ساری زندگی سے بہتر ایک رات ہے۔ جس کے متعلق قرآن کریم سے پتا چلتا ہے ایک ایسی رات ہے وہ نصیب ہو جائے تو ساری زندگی اُس کی بن سنور جاتی ہے، زندگی کی ساری محنتیں کام آجاتی ہیں۔ اُس رات کے خاص رحموں کے لئے آنحضورؐ نے یہ دعا تجویز فرمائی کہ عائشہ یہ دعا کیا کرو۔ اے میرے خدا تو بخشنے والا ہے بخشش کو پسند کرتا ہے مجھے بخش دے اور میرے گناہ معاف کر دے۔ (ترمذی کتاب الدعوات حدیث نمبر:۳۴۳۵) اس دعا

کے وقت اگر ایک انسان لفظی طور پر اس دعا سے گزر نہ جائے بلکہ اپنے ذہن میں اپنے گناہوں کو حاضر کرے تو ایک بڑی لمبی مشقت کی رات درپیش ہوگی کیونکہ انسان جتنا کھودتا ہے بچپن سے لے کر اپنی اُس عمر تک جس میں وہ پہنچا ہوا ہو۔ اُس کو کثرت سے گناہ اندر سے نکلتے ہوئے دکھائی دیں گے بعض دفعہ تو یوں لگتا ہے کہ جیسے سیاہ لباس میں ملبوس گناہوں نے ایک جلوس نکال دیا ہے اور ہر گناہ ایسا ہے جو انسان کی ہلاکت کے لئے کافی ہے اور نافرمانی پر مبنی ہے۔ تو بہت سے انسان تو ایسے ہیں جن کی زندگی کے اکثر اعمال یعنی غیر معمولی طور پر کثرت سے اُن کے اعمال گناہوں میں ملوث ہوتے ہیں۔ شاذ کے طور پر کوئی نیکی نصیب ہوتی ہے اور جو نیک کہلانے والے ہیں وہ بھی جب ٹٹولتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ محض اللہ کی طرف سے ایک ستاری کی چادر ہے جس کے اندر وہ زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن اگر اُن کا اپنا حال دنیا کے سامنے ظاہر ہو جائے تو دنیا میں مکروہ ترین انسان شمار کئے جائیں گے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ آپ اخباروں میں جب پڑھتے ہیں، فلاں شخص سے فلاں بدی سرزد ہوئی اور سارا محلّہ اکٹھا ہو گیا اور بڑی اُس کی تشہیر ہوئی، بڑی تذلیل ہوئی منہ کالے کئے گئے تو ایک آدمی، جاہل آدمی بڑا مزے سے پڑھتا ہے، خوب پکڑا گیا، اوپر سے یہ تھا، اندر سے یہ نکلا۔ اگر اپنے اندر جھانک کے دیکھیں تو اندر جھانکا نہ جائے۔ ایسے ایسے، اتنے وجود، اُس کو دکھائی دیں، اپنے وجود کے اندر چھپے ہوئے کہ ہر وجود جب ننگا کیا جائے تو ساری دنیا کی لعنتیں اُس پر پڑیں کتنا غافل انسان ہے دوسروں کے عیوب دیکھنے میں کیسی دلیری دکھاتا ہے، کیسے فخر کے ساتھ اُس کا ذکر کرتا ہے اور پھر لذتوں کے ساتھ اُس کو پڑھتا ہے۔

اب انگلستان میں Royal فیملی کی بعض کمزوریاں کھوج کر کے باہر نکالی گئیں جو اسلام کی رُو سے سراسر ناجائز ہے اور ایک ظالمانہ فعل ہے۔ کسی کو حق نہیں کہ کسی کی ذاتی کمزوریوں کو کھوج کر کے نکالے اور پھر دنیا کے سامنے اُن کو پیش کر کے جگ ہنسائی کرے لیکن ان قوموں کے کردار بگڑ چکے ہیں ان قدروں کا اب ان کو خیال نہیں رہا۔ کھوج کر کے نکالی گئیں اور سارے اُن پر ہنستے اور مذاق اڑاتے، ٹیلی ویژن پر پروگرام ہوتے حالانکہ وہی ٹیلی ویژن روزانہ روزمرہ کی زندگی کو اُس سے بہت زیادہ بھیانک شکل میں دکھا رہی ہے۔ وہ جرائم جو گھر گھر میں ہر وجود کی زندگی کا حصہ بن چکے ہیں۔ وہ اگر فلاں سے سرزد ہو جائے تو ساری دنیا ہنستی ہے اور مذاق اڑاتی ہے یہ دوغلا پن، یہ

منافقت انسانی زندگی کا حصہ بنی ہوئی ہے اور منافق خدا کے ہاں مقبول نہیں ہو سکتا۔ اس لئے مغفرت کی دعا کے وقت یہ بات مدنظر رکھیں کہ یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ستاری نے آپ کو ڈھانپ رکھا ہے، یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ستاری آپ کو یہ بھی اجازت نہیں دیتی کہ اپنے جرائم دنیا کے سامنے پیش کریں۔ اس کو بھی خدا تعالیٰ کراہت سے دیکھتا ہے اور ناشکری سمجھتا ہے لیکن اپنے حضور تو اپنے گناہ پیش کریں۔ اگر آپ کی آنکھوں کے سامنے آپ کے گناہ نہیں آئیں گے خدا کے حضور کس طرح پیش کر کے مغفرت اور بخشش کی دعائیں مانگیں گے۔ پس فضلوں سے بہت پہلے، بڑی بڑی ترقیات سے بہت پہلے، پیشتر اس کے کہ مقام محمود کی باتیں ہوں، مقام محمود والے کے قدم چھونے کی باتیں ہوں، پہلے اپنے نفس کو تو پاک وصاف کرنے کے لئے مغفرت کی دعائیں مانگیں۔

یہ وہ نکتہ ہے جسے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو سمجھایا اور یہ سمجھانا بتاتا ہے کہ کتنا گہرا عرفان تھا آنحضورؐ میں۔ کوئی دنیا کا آدمی جب اُس سے کہا جائے کہ اگر تمہیں کوئی لمحہ نصیب ہو کہ جب کہا جائے مانگ جو مانگتا ہے تیری دعائیں قبول ہوں گی۔ تو ضرور ایسی ایسی باتیں سوچے گا دو جہان کی دولتیں مانگوں، فلاں جنت مانگوں، فلاں چیز مانگوں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو واقعی حقیقی طور پر عارف باللہ تھے۔ آپؐ فرماتے ہیں بخشش کی دعا مانگنا، بخشش کے بغیر تمہیں کچھ بھی نہیں مل سکتا اور اگر حقیقت یہ ہے کہ انسان بخشش کے بغیر ایک زندگی کا سانس لینے کا بھی اہل نہیں۔ اُس کی ساری زندگی حرام کی زندگی ہے کیونکہ جب خدا کی نافرمانی میں اُس کی عطا کردہ نعمتوں سے انسان لذت حاصل کرتا ہے تو وہ حرام کی لذت ہے۔ اُس کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔ ساری زندگی میں وہ زہر گھول دیتی ہے۔ تو ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو حقیقت میں پاک ہو تبھی قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَلَا تُزَكُّوٓا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى (النجم: ۳۳) کہ تم اپنے آپ کو پاک صاف نہ بتایا کرو۔ کیا باتیں کرتے ہو تم کیسے ذکی اور کیسے پاک انسان ہو۔ اللہ کو پتا ہے کہ کون پاک ہے؟ تم اپنی ماں کے پیٹ میں جنین کی صورت میں کروٹیں بدل رہے تھے۔ اُس وقت سے خدا تمہیں جانتا ہے۔ تمہاری حیثیت کیا ہے، تمہارے اندر خلقی کمزوریاں کیا کیا ہیں؟ جنہوں نے بڑے ہو کر کیا کیا رنگ دکھانے تھے؟ ان سب باتوں سے اللہ باخبر ہے وہی پاک ہے جسے اللہ پاک قرار دے۔

پس مقام محمود پر غور کرتے ہوئے یہ سارا مضمون سمجھ آتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جو

مقامِ محمود پر فائز تھے۔ ہمیں بتایا کہ حمد سے پہلے بخشش ضروری ہے اور بغیر بخشش کے نہ انسان حمد کی اہلیت رکھتا ہے، نہ محمود بن سکتا ہے۔ پس تہجد کی دعاؤں میں سب سے زیادہ اپنی بخشش پر زور دیں جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے اپنے سامنے اپنے گناہوں کے جلوس نکالیں۔ ایک ایک جگہ ٹھہر کر دیکھیں کہ آپ کیا کرتے رہے ہیں۔ کس کس جگہ اپنے نفس کی غلامی کی ہے اور خدا کی غلامی سے اپنی گردنوں کو آزاد کیا ہے وہی مقام ہے جہاں آپ نے شیطان کی غلامی کی ہے اور خدا سے آزادی کا نام شیطان کی غلامی ہے درمیان میں کوئی چیز نہیں ہے۔ No man,s land کوئی نہیں۔ جہاں آپ دو چار سانس آزادی کے ساتھ بسر کر سکیں اگر خدا سے آزاد ہوئے ہیں لازماً شیطان کے غلام بنے ہیں۔ تو اُن زنجیروں کو توڑ کے پھینکیں گے تو پھر آزادی کے سانس نصیب ہوں گے اُس کے بغیر کیسے ہو سکتے ہیں۔

پس حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کی اس نصیحت کو حرزِ جان بنائیں اور بقیہ رمضان جو باقی ہے اُس میں خصوصیت سے اپنے نفسوں کو گناہوں سے پاک کرنے کے لئے بخشش طلب کرنے کی طرف غیر معمولی توجہ کریں۔

وہ کون سی رات ہے جو لیلۃ القدر کہلاتی ہے۔ ایک رات تو وہ ہے جب انسان بخشا جائے اور آنحضرت ﷺ نے جو مختلف جگہ لیلۃ القدر کا مضمون بیان فرمایا۔ میں تو اس سے یہی سمجھا ہوں کہ حقیقت میں لیلۃ القدر وہ رات ہے جس میں انسان بخش دیا جائے اور ایک نئی پاک زندگی بسر کرے اور ایک نئی پیدائش اُسے نصیب ہو۔ پاک صاف ہو کر خدا کے حضور حاضر ہو پھر بھی اپنے آپ کو مسلسل دھوتا رہے۔ جیسے مقام محمود ہمیشہ بڑھنے والا مقام ہے اسی طرح بخشش کا مضمون بھی ایک جاری مضمون ہے۔ کوئی مقام ایسا نہیں ہے جہاں آپ پہنچ کر کامل طور پر بخش دیئے جائیں اور پھر آگے ہر قسم کی گندگی سے پاک وصاف ہو جائیں۔ زیادہ سے زیادہ مثال آپ یہ دے سکتے ہیں کہ ایک بچے کی طرح دوبارہ پیدا ہوں گے لیکن پیدا ہوں گے تو اسی دنیا میں پیدا ہوں گے۔ جنت میں تو نہیں پیدا ہوں گے اسی دنیا کی کثیف ہوا میں سانس لیں گے، اسی دنیا کی آلودگیوں کے ساتھ زندہ رہیں گے تو ہر روز کی میل کچیل، ہر روز کے گند، آپ کو روزمرّہ ان سے واسطہ ہے جس سے چھٹکارا نصیب نہیں ہو سکتا اور چھٹکارا کیسے نصیب ہوگا۔ اُس کا اسی آیت کریمہ میں ذکر ہے کہ عبادت کے ذریعے، نمازیں پڑھو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایسا شخص جس کے پاس شفاف پانی کی نہر بہہ رہی ہے اور وہ پانچ

وقت اُس میں غوطے مارے اور نہائے ، اپنے جسم کو مل مل کر صاف کرے۔ اُس کے جسم سے سب آلودگیاں مٹتی چلی جاتی ہیں اور وہ پانچ وقت کی نمازیں ہیں جو ایک جاری نہر ہے جو تمہارے ساتھ بہہ رہی ہے۔ (بخاری کتاب المواقیت الصلوۃ حدیث نمبر: ۴۹۷) اس میں غوطہ مارا کرو، صاف ہوا کرو تا کہ روزمرہ پیدا ہونے والی آلودگیاں ساتھ ساتھ دُھلتی رہیں اور اس طرح بخشش کا مضمون جاری رہتا ہے جب بخشش ہو پھر مقام محمود نصیب ہوتا ہے اور اس طرح ہر انسان کا مقام محمود اپنا اپنا ہے۔

ایک بچے کو آپ پیار کرتے ہیں مگر اُس وقت نہیں جب اُس کا پوتڑا گندہ ہو چکا ہو، جب بدبوئیں چھوٹ رہی ہوں، جب ناک بہہ رہے ہوں، گندگی منہ پہ لگی ہو۔ آپ اٹھا کے اُس کی ماں کی گود میں پھینکتے ہیں۔ جب وہ صاف ستھرا ہو کر بخشش پانے کے بعد یعنی دنیا کی آلودگیاں، ان کو میں گناہوں کی مثال کے طور پر پیش کر رہا ہوں۔ آلودگیوں سے پاک ہو کر جب آپ کو دکھائی دیتا ہے تو اُسی بچے کو ماں سے چھین چھین کے اپنی گود میں لیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بخشش ماں کی گود میں ہے۔ یہ وہ دوسرا پہلو ہے جس کی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ کی گود کے سوا کہیں بخشش نہیں ہے، بار بار خدا کی گود میں لوٹنے کا نام نماز ہے اور گود میں جا کر حاضر ہونے کا کہ اے خدا ہم پھر گندے ہو کر تیرے حضور حاضر ہوئے ہیں، اب ہم کیا کریں کہ اللہ صاف کرے گا، اللہ پاک کرے گا۔ پھر اس دنیا کی زندگی میں نکلیں گے، پھر آلودگیاں ہوں گی، پھر دوڑ کر اللہ کے حضور حاضر ہوں گے۔ وہ ماں جب تمہیں پاک کرے گی۔ پھر تمہیں مقام محمود عطا ہوگا۔ اس دنیا کو بھی پیارے لگو گے، اُن دیکھنے والی آنکھوں کو پیارے لگو گے جو حمد کا مضمون جانتی ہیں، جن کو پتا ہے کہ حقیقی قابل تعریف کیا چیز ہے؟

پس قرآن کریم نے ان آیات میں ان دونوں مضامین کو کس طرح عمدگی کے ساتھ بیان فرمایا اور کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ ہمیشہ کے لئے باندھ دیا۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ پانچوں وقت کی نمازیں، جمع وہ نفل کی نمازیں اس ایک آیت کے اندر سمیٹ دی گئیں نماز قائم کرو اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ جب سورج کی روشنی کم ہو رہی ہو یعنی ظہر و عصر کی نمازیں اس میں آ گئیں۔ اُس وقت تم نماز ادا کرو۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ یہاں تک کہ شام رات

پڑے پھر جب وہ بھیگ جائے، گہری ہو جائے یعنی مغرب اور عشاء کی نمازیں بھی اس میں داخل ہو گئیں اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اور پھر فجر کے وقت بھی تم نے قرآن کی تلاوت کرنی ہے وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ اور راتوں کو بھی اٹھ کر تہجد کے ذریعے اپنی راتوں کو زندہ کرنا ہے، پُرنور کرنا ہے نَافِلَةً لَّكَ یہ تیرے لئے نفلی طور پر عبادتیں ہوں گی۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یہ سب پاپڑ بیلے جائیں اگر انسان کی طرف سے، یہ سارے جہاد خدا کی راہ میں ہو جائیں، یہ ساری کوششیں صرف ہوں تو پھر وعدہ ہے کہ خدا تجھے مقام محمود عطا فرمائے گا۔

یہ تفصیل اور وعدہ مستقبل کا ایک اور بات کو بھی ظاہر کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو تو مقام محمود کا مستقبل وعدہ یہ معنی رکھتا ہے کہ مقام محمود میں ترقی ہوتی چلی جائے گی اور ہر آن نئی شان کے ساتھ مقام محمود ابھرے گا اور دیکھنے والوں کو آنحضو ﷺ ایک نئے اور اعلیٰ اور ارفع جلوے پر فائز دکھائی دیں گے اور چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کا بھی آپؐ کے ساتھ ذکر ملتا ہے۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:۳۰) جو احکام حضور اکرم ﷺ کے لئے خاص ہیں وہ ظلی طور پر مومنوں کے اوپر بھی اطلاق پاتے ہیں۔ پس یہاں وعدہ مستقبل کا وعدہ لیا جائے تو اُس وعدے میں ہر مسلمان شریک ہو جاتا ہے۔ اُنہیں گویا یہ بتایا گیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے جو مقام محمود حاصل کیا ہے، وہ اس طرح حاصل کیا ہے، آرام سے بیٹھے، سوتے، کھاتے پیتے تو حاصل نہیں کر لیا۔ خدا کی راہ میں عبادتوں کی ایک لمبی جدوجہد کی ہے اُس کے نتیجے میں آپؐ کو مقامِ محمود عطا ہوا ہے۔

پس اگر تم بھی مقام محمود حاصل کرنا چاہتے ہو اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا صبح کا قرآن تو مشہود ہوتا ہے خدا کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اُن بندوں کو دیکھتے ہیں جو عبادت میں بھی قرآن پڑھ رہے ہوتے ہیں، عبادت کے بعد بھی صبح کے وقت قرآن پڑھتے ہیں وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ راتوں کو پھر تہجد بھی پڑھا کرو۔ آخری عشرے میں داخل ہوتے وقت تو ایک بہت بڑی تعداد ہے مسلمانوں کی جو تہجد ادا کرتی ہے یا کرنے کی کوشش کرتی ہے لیکن رمضان مبارک کے بعد وہ اس بات کو بھول جاتے ہیں اور

مقام محمود کے قریب پہنچ کر اُس سے دور ہٹنا شروع ہو جاتے ہیں۔ دو چار ہاتھ لبِ بام رہ گئے والی بات ہے۔

قسمت کی خوبی دیکھئے کہ ٹوٹی کہاں کمند

دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا

پس جب تک ایک رمضان کو دوسرے رمضان کے ساتھ تہجد کے ذریعے ملا نہیں دیتے اُس وقت تک حقیقی معنوں میں اُس وقت تک آپ مقام محمود کے قریب نہیں پہنچ سکتے اور یہ وعدہ آپ کے لئے ہمیشہ مستقبل کا وعدہ ہی بنا رہے گا۔ پس مقام محمود کو حاصل کرنے کے لئے عبادت کے رستے سے داخل ہوں اور رات کی تہجد کی عبادت پر زور دیں اور ایک دفعہ جب یہ عبادت شروع کریں تو اس کو چھوڑیں نہیں اور ہمیشہ اس عبادت پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جائیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عبادت پہ کیسے قائم ہوں؟ بڑا مشکل کام ہے۔ وہ سورۃ یعنی سورۃ فاتحہ جس میں مقام محمود کا ذکر ہے، مقام محمدیت کا ذکر ہے، مقام حمد کا ذکر ہے جس میں اس مضمون کی کنجی رکھی گئی ہے، اس میں اس مضمون کی بھی کنجی رکھ دی گئی ہے جواب میں بیان کرنا چاہتا ہوں، عبادت کرنی ہے تو کیسے کریں پھر؟ توفیق ہی نہیں ملتی انسان کھڑا ہوتا ہے دوسرے مسائل انسان کو گھیر لیتے ہیں، سستیاں غالب آ جاتی ہیں، توجہ کبھی اس طرف، کبھی اُس طرف، کبھی دنیا کے کاموں کی طرف، کبھی خوف گھیر لیتے ہیں، کبھی تمنائیں چمٹ جاتی ہیں، ہر طرف سے بتوں کا گھیرا ہوتا ہے تو جو نماز پڑھتا بھی ہے اُس کی توجہ بھی بٹتی رہتی ہے اور ایک بڑی تعداد ہے جو کبھی پڑھ لیتی ہے نماز اور نہیں بھی پڑھتی اور ایسے بچے گھروں میں پل رہے ہیں اور کوئی توجہ نہیں کر رہا، کوئی دیکھ نہیں رہا۔ خصوصیت سے ہماری دیہاتی جماعتیں پیش نظر ہیں۔ جہاں ذیلی تنظیموں کے بازو ابھی مضبوط نہیں ہوئے اور ماں باپ میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ اپنے بچوں کو نمازوں پر قائم کریں۔ وہاں کئی قسم کے خطرات ہیں جو پنپ رہے ہیں اور اُن خطرات کا شکار کئی نسلیں ہو چکی ہوں گی اُن کی مجھے فکر رہتی ہے۔

الحمد للہ کہ اب ان براہ راست خطبات کے ذریعے میں اُن تک پہنچ رہا ہوں۔ اُن میں سے بہت سے رمضان کی برکت کے نتیجے میں بیٹھے ہوں گے سامنے، آئے ہوں گے، کہیں گھٹیالیاں کی جماعت بیٹھی ہوئی ہے، کہیں کوئی اور سکھیکی کی جماعت ہے، سرگودھا کی جماعتیں ہیں، چک منگلا کی جماعت پہنچی ہوئی ہو گی، بے شمار جماعتیں ہیں جو مجھے یاد آتی رہتی ہیں جمعہ کے بعد اور میں سوچتا ہوں کہ جب میں خطبہ دوں گا تو

وہ بھی سامنے بیٹھی ہوں گی لیکن اس وقت تو سب کے نام نہیں لے سکتا۔ مجھے پتا ہے کہ کون کہاں کہاں بیٹھا ہوا ہے۔ افریقہ میں بھی خطبہ پہنچنا شروع ہو گیا اللہ کے فضل سے لوگ سن رہے ہیں۔

یہ بات میری یاد رکھیں کہ نماز کے قیام کے بغیر احمدیت کی کوئی حقیقت نہیں، اسلام کی کوئی بھی حقیقت نہیں، روزے کی کوئی حقیقت نہیں۔ روزہ دراصل آپ کو عبادتوں پر قائم کرنے کے لئے آتا ہے اور روزے کے اپنے فوائد ہیں جو الگ ہی ہیں لیکن مرکزی فائدہ رمضان کا یہ ہے کہ آپ کو عبادتوں کا مزہ چکھاتا ہے، عبادتوں پر قائم ہونے کے راز بتاتا ہے اور کچھ دیر ہاتھ پکڑ کر زبردستی چلاتا ہے تا کہ پھر آپ چلتے رہیں یہ تو مطلب نہیں کہ رمضان ختم ہوا تو آپ بھی وہیں رک کر کھڑے ہو جائیں اس کا حل کیا ہے؟ سورہ فاتحہ میں خدا تعالیٰ نے اس کا حل بیان فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اگر نمازوں میں توجہ پیدا نہ ہو، کمزوری ہو، بار بار اٹھائیں، بار بار گر جائیں تو پھر سورۂ فاتحہ میں خدا تعالیٰ کی حمد کے بعد یہ دعا توجہ سے کیا کرو۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ (الفاتحہ: ۵) جس کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا ہم تیری عبادت کرتے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں، دونوں معنی ہیں یا کریں گے۔ تو ہر شخص اس کے اندر داخل ہو جاتا ہے، کوئی ایک بھی مسلمان نہیں ہے جو اس دعا کے وقت کسی نہ کسی گروہ سے متعلق نہ ہو، اگر نمازوں کا عادی نہیں ہے تو اُس کی دعا کا معنی یہ بنے گا کہ اے خدا ہم تیری عبادت کرنا چاہتے ہیں اور کریں گے مگر طاقت نہیں۔ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔ نماز پڑھنے کی تمنا لے کر حاضر ہو گئے۔ اب تجھ سے مدد چاہتے ہیں ہمیں نمازوں پر قائم فرما دے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ اگر اس طرح توجہ اور الحاح کے ساتھ اپنے آپ کو خدا کے حضور پھینک دے گا اور نہتا اور بے بس سمجھے گا اور یہ عرض کرے گا کہ اے خدا جس کی حمد کے ہم نے گیت گائے ہیں، تجھ سے تعلق کی تمنا پیدا ہو چکی ہے۔ اب تو فضل فرما اور ہمیں نمازیں پڑھنے کی توفیق بخش اور نمازوں سے زیادہ سے زیادہ استفادے کی توفیق بخش۔ تو پھر اللہ تعالیٰ اس دعا کو ضرور سنتا ہے۔ ضرور مدد فرماتا ہے۔

جس طرح استغفار کے بغیر فضل ہمیں نصیب نہیں ہو سکتے۔ اُسی طرح اس دعا کے بغیر دعائیں مقبول نہیں ہو سکتیں کیونکہ اسی آیت کا ایک اور معنی ہے جو اس پہلے معنی کی کوکھ سے پھوٹتا ہے۔ جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے جنم لیتا ہے۔ اسی معنی سے اسی آیت کا ایک اور معنی پھوٹتا ہے اور وہ ہے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کہ اے خدا جب تیری عبادت کرتے ہیں کسی اور

کی نہیں کرتے تو مدد بھی تجھ سے ہی مانگیں گے، مدد مانگنے کے لئے کسی غیر کے گھر تو نہیں جائیں گے۔ اس لئے جب تیرے ہو گئے تو ہماری دعاؤں کو سن اور ہماری مدد کو آ۔

یہ دعا اگر نماز پر قائم ہونے کے بعد انسان کو نصیب ہو تو ضرور سنی جاتی ہے اور کبھی مردود نہیں ہوئی اس لئے قبولیتِ دعا کی کنجی اس آیت کریمہ میں ہے اور مقام محمود کی چابی بھی یہی ہے دراصل۔ پہلے مقام محمود کا ذکر ہوا اور مقام محمود پانے والے کا وجود ہمارے سامنے ایک عجیب نمونے کے طور پر ابھرا لیکن اُس تک پہنچنے کی راہیں اتنی مشکل ہیں اور راستے کے مصائب اتنے زیادہ ہیں کہ انسان کی کمر ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ کہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اُن کے تصور کے قدم چھوتے بھی انسان ڈرتا ہے۔ میں ناپاک کیسے وہاں تک پہنچ سکتا ہوں اور پھر آپؐ کے وسیلے سے خدا تک پہنچنا ایک اور دور کا، بعید کا باریک مضمون، اُس مضمون کو سورۂ فاتحہ حل کر دیتی ہے۔ ہمیں بتاتی ہے کہ حمد و ثنا پر غور کرنے کے بعد یہ دعا کیا کرو کہ ہمیں عبادت عطا فرما دے کیونکہ عبادت کے بغیر مقام محمود مل نہیں سکتا۔ عبادت کے بغیر مقام محمود والا بھی نہیں مل سکتا۔

یہ بات یاد رکھیں کہ جن کو حضور ﷺ سے محبت ہے اور یہ چاہتے ہیں کہ قیامت میں مرنے کے بعد محمد ﷺ کے قریب اٹھائے جائیں اُن کو میں بتا دیتا ہوں کہ عبادت کے بغیر وہ مقام نہیں مل سکتا کیونکہ مقام محمود پانے والے نے عبادت کے رستے سے مقام محمود پایا ہے اور عبادت کا راستہ چھوڑ کر آپ اُس تک بھی نہیں پہنچ سکتے، بھول جائیں اس بات کو، باقی ساری محبتیں فرضی اور بے معنی اور بے حقیقت ہیں۔ اسلام ایک سائنٹیفک مذہب ہے، ایک حقیقت کا مذہب ہے۔ ایسے قوانین کا مذہب ہے جن میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔ پس جس رستے سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے مقام محمود کو پایا ہے اور برتر مقام محمود آپ ﷺ کو ہمیشہ نصیب ہوتا چلا جائے گا اگر اُن تک پہنچنا ہے تو اُسی رستے پر چلنا ہوگا، اُنہی دروازوں سے چلنا ہوگا خواہ وہ تنگ محسوس ہوں اور جب آپ کوشش کر کے اُن دروازوں سے گزرنا شروع کریں گے تو دروازے کھلنا شروع ہو جائیں گے۔ دروازوں کے کھلنے کا ایک یہ بھی مفہوم ہے کہ تنگ دروازے پھر بڑے کئے جاتے ہیں۔ کشادگی نصیب ہوتی ہے انسان کو اور جو کام کرتے ہوئے پہلے دِقت نصیب ہوتی تھی، تنگی سے کیا کرتا تھا۔ پھر وہ بشاشت سے اور کھلے دل کے ساتھ اُس کو کرتا ہے، اُس میں لذت محسوس کرنے لگتا ہے۔

پس دعا کی قبولیت کی چابی بھی اسی میں ہے۔اب رمضان کے جتنے روزے رہ گئے ہیں۔ میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ تہجد کی نماز پہ پہنچنے سے پہلے پہلے دن کی نمازیں ادا کیا کریں۔ جب تک دن کی نمازیں ادا نہیں ہوں گی نَافِلَةً لَّكَ والی نماز نصیب ہی نہیں ہوسکتی۔ پانچ وقت نمازوں کو قائم کریں اور روزے رکھیں۔ بہت سے احمدی ایسے ہیں جن کے متعلق میں جانتا ہوں کئی بہانوں سے وہ روزے چھوڑ دیتے ہیں اور روزوں کے معاملے میں جماعت میں ابھی تک سستی پائی جاتی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تربیت یافتہ صحابہؓ اور آپؑ کے تابعین جو مجھے یاد ہیں قادیان میں جن کے ماحول میں ہم نے آنکھیں کھولیں اور بڑے ہوئے وہ روزوں کے بہت پابند تھے اور رمضان کے مہینے میں قادیان کی فضا ہی عجیب لہریں لیتی تھیں، اُس کی تو کیفیت ہی بدل جایا کرتی تھی۔ دن بھی روشن تر ہو جاتے تھے اور راتیں بھی جاگ اٹھتی تھیں اور راتوں کو بھی لوگوں کے گھر منور ہو جایا کرتے تھے۔ وہ مقام حاصل کرنے ہیں تو نمازوں سے بھی چمٹیں اور روزوں کے ذریعے نمازیں نصیب ہوتی ہیں۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر رمضان مبارک فرض نہ ہوا ہوتا تو مسلمانوں میں سے کب سے نمازیں اکثریت سے مٹ چکی ہوتیں۔ یہ پیارا مقدس مہینہ ہے جو دوبارہ زبردستی نمازوں کی عادت ڈال کے جاتا ہے۔کسی کو تھوڑی پڑتی ہے، کسی کو زیادہ پڑتی ہے مگر رمضان کی برکت سے نمازیں پہلے سے بہتر ہو جاتی ہیں۔اُن میں زیادہ باقاعدگی آجاتی ہے، وقت پر پڑھی جاتی ہیں غرضیکہ نمازوں کے قیام کے لئے رمضان مبارک ایک بہت ہی مقدس مہینہ ہے مگر اگر روزے نہیں رکھیں گے تو نمازیں بھی نصیب نہیں ہوں گی۔ روزے رکھیں پوری محنت اور کوشش کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام روزے کے متعلق جو فرماتے ہیں کچھ حصہ میں آئندہ بیان کروں گا۔تھوڑے وقت میں جو کچھ میں پیش کر سکتا تھا۔ میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔فرماتے ہیں:۔

''میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کرسکوں یا نہ اور اُس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔اگر

خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اُس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔۔۔‘‘

یہ بہت ہی عظیم مضمون ہے دیکھیں شریعت لعنت نہیں ہے بلکہ شریعت نعمت ہے اور وہ لوگ جنہوں نے شریعت کو لعنت قرار دیا، اُن کے دل کی لعنتیں تھیں جنہوں نے اُن کے ذہنوں کو ماؤف کر دیا ہے۔ وہ سمجھ نہیں سکتے کہ قوانین بہتری کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ دنیا میں جتنی سولائزیشن ترقی کر رہی ہے اُتنا زیادہ انسان قانون بنا رہا ہے۔ انسانی قانون تجربے کے نتیجے میں صیقل ہوتے چلے جاتے ہیں اور صاف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بعض دفعہ پہلے حال سے بھی گر جاتے ہیں۔ یہ قرآن کریم کا کمال ہے اُس نے قیامت تک کی ضرورتوں کے لئے قوانین بنائے ہیں اور حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے اُن قوانین پر عمل کرنا سکھایا ہے۔ یہ عجیب معجزہ ہے اور ان قوانین میں کوئی تبدیلی نہیں پھر۔ روزمرہ پتا لگے، یہ نقص رہ گیا تھا، اس لئے یہ تبدیلی کر دی جائے۔ ہر امکانی مجبوری کے لئے ایک امکانی رستہ کھول دیا گیا ہے۔ حیرت انگیز مذہب ہے۔ پس ہر قانون جو پابندی عائد کرتا ہے، وہ سوسائٹی کی بھلائی کے لئے اور فرد کی بھلائی، دونوں کی بھلائی کے لئے قانون پابندی عائد کرتا ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ قید بُری چیز ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’۔۔۔ قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے انسان صدق و کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینے میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کر دے۔۔۔‘‘

خدا کی راہ میں مشقتیں برداشت کرنے کے لئے بہادری دکھائے، اپنے آپ کو جرأت سے پیش کرے۔

’’۔۔۔ جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا۔ اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس

بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ
بہانہ جُو نہ ہو تو خدا تعالیٰ اسے ہرگز ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ:۵۶۳)

یہ وہی فرشتوں والا مضمون آ گیا۔ حقیقت میں یہ مراد نہیں ہے کہ فرشتے واقعۃً پیچھے آ کر صفیں باندھ کر نمازیں پڑھنے لگ جاتے ہیں یا روزے رکھنے لگ جاتے ہیں۔ فرشتوں کے لئے تو روزے کا تصور ہی نہیں ہے، نہ انسانوں کی طرح نمازیں پڑھنے کا تصور ہے، یہ تمثیلی باتیں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ آسمان پر یہ نیکیاں اُن کے حق میں لکھ دی جاتی ہیں۔ فرشتوں کی تائید اُن کو نصیب ہو جاتی ہے۔ پس ان معنوں میں اپنے رمضان کو آپ فرشتوں کی تائید والا رمضان بنانا چاہیں تو نیک نیتی سے روزے کی تمنا کریں اور چھوٹے چھوٹے بہانے بنا کر روزے چھوڑنے کی طرف رجحان کا میلان نہ رکھیں کیونکہ یہ انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباس میں اگر توفیق ملی تو آئندہ جمعہ میں پیش کروں گا۔

ایک چھوٹا سا واقعہ بیان کر دوں۔ ایک ماں نے لکھا ہے اپنے بچے کے متعلق کہ آپ نے جب روزہ پر زور دیا کہ روزہ ضرور رکھنا چاہئے۔ تو میرے چھوٹے بچے نے مجھے تاکید کی رات سونے سے پہلے کہ امیّ مجھے ضرور جگانا ہے۔ میں نے ضرور روزہ رکھنا ہے۔ کہتے ہیں میں نے نہیں جگایا۔ بالکل چھوٹا بچہ ہے۔ دوسرے دن صبح شکوہ کیا کہ آپ نے مجھے جگایا کیوں نہیں۔ شکوہ کرتے کرتے کھانسی آ گئی۔ کہنے لگا اچھا کیا آپ نے نہیں جگایا۔ حضور نے فرمایا تھا کہ بیمار روزہ نہ رکھے۔

چھوٹی سی پیاری سی بات ہے۔ لیکن درخشندہ مستقبل کی آئینہ دار ہے۔ ہماری نئی نسلیں ایسی پل رہی ہیں۔ وہ جو چھوٹے چھوٹے بچے کچھ سنتے ہیں تو سوچتے ہیں۔ ان کے دلوں میں یہ باتیں گہری جاگزیں ہو رہی ہیں جو باتیں بچپن میں دل میں بیٹھ جائیں، وہ انسان کے ساتھ ساتھ نشو و نما پاتی ہیں۔ پس مبارک ہو کہ ہماری آئندہ نسلیں اللہ کی راہ میں پہلے سے زیادہ جدوجہد کرنے والی پیدا ہوں گی۔ آج جن چھوٹے معصوم بچوں میں نیکیاں پل رہی ہیں کل وہ جب باہر نکل کر جولانیاں دکھائیں گی۔ تو کل عالم کو انشاء اللہ نیکیوں سے بھر دیں گی۔ اللہ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)